**Al-Mīthāq** ***Research Journal of Islamic Theology***
**ISSN:** 2791-0989 P, 2791-0997 E
**Volume** 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 153-166
**Open Access at**: https://almithaqjournal.org/

Article QR

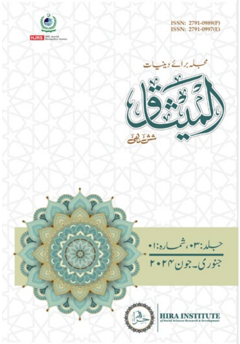

# شہریوں کی معاشی کفالت میں اسلامی ریاست کا کردار

# *The Role of Islamic State in the Economic Welfare of the Citizens*


| | |
|---|---|
| **1. Dr. Tanveer Akhtar**<br>tanveerakhtar@cuvas.edu.pk | *Lecturer,*<br>*Cholistan University of Veteriary & Animal Sciences, Bahawalpur.* |
| **2. Kalsoom Bibi**<br>prof.kalsoom.mushtaq@gmail.com | *Ph. D Scholar,*<br>*National College of Bussines, Administration & Economics, Lahore, Sub Campus Bahawalpur.* |
| **3. Shan Muhammad**<br>shanmangla2@gmail.com | *Ph. D Scholar,*<br>*National College of Bussines, Administration & Economics, Lahore, Sub Campus Bahawalpur.* |


***How to Cite:*** Dr. Tanveer Akhtar, Kalsoom Bibi and Shan Muhammad. 2024: "The Role of Islamic State in the Economic Welfare of the Citizens". *Al-Mīthāq Research Journal of Islamic Theology* 3 (01):153-166.

***Article History:***

| **Received**: | **Accepted**: | **Published**: |
|---|---|---|
| 20-04-2024 | 20-06-2024 | 30-06-2024 |

***Copyright:*** **©The Authors**

***Licensing:*** This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

***Conflict of Interest:*** Authors declared no conflict of interest

## ***Abstract & Indexing***

DRJI, Advanced Sciences Index, Advanced Science Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اشاریہ اردو جرائد, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

## ***Publisher***

**HIRA INSTITUTE** *of Social Sciences Research & Development*

# شہریوں کی معاشی کفالت میں اسلامی ریاست کا کردار

## *The Role of Islamic State in the Economic Welfare of the Citizens*


1. **Dr. Tanveer Akhtar**
   *Lecturer, Cholistan University of Veterniary & Animal Sciences, Bahawalpur.*
   *tanveerakhtar@cuvas.edu.pk*

2. **Kalsoom Bibi**
   *Ph. D Scholar,*
   *National College of Bussines Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
   *prof.kalsoom.mushtaq@gmail.com*

3. **Shan Muhammad**
   *Ph. D Scholar,*
   *National College of Bussines Administration & Economics Lahore, Sub Campus Bahawalpur.*
   *shanmangla2@gmail.com*



## Abstract:

Islamic literature places a strong emphasis on social justice, income distribution, and the welfare of the less fortunate and is informed by the Quran and Hadiths. In terms of justice and socioeconomic growth, the idea of an Islamic welfare state is very important. Such a civilization or country is founded on Islamic economic principles, which place a strong emphasis on social justice, fair wealth distribution, and the welfare of all citizens. It imposes a moral obligation on the state to care for its citizens and provide their economic security. Upholding the principles of economic fairness, environmental sustainability, and social welfare in line with Islamic teachings is the main goal of an Islamic welfare state. This calls for the delivery of basic services, the reduction of poverty, the promotion of economic opportunities, and the guarantee that no citizen is left behind. Additionally, it entails opposing Islam's prohibitions on exploitative economic behaviors like usury and excessive speculation. When it adheres to its values, an Islamic welfare society or state is essential for promoting its citizens' economic prosperity and social cohesion. It can lessen income inequality, alleviate poverty, and make sure that everyone in the community has access to needs like education, healthcare, and employment opportunities by embracing Islamic economic ideas. More economic stability and prosperity can be attributed to this.


**Keywords:** *Society, Economic Welfare, Islamic Economics, Justice, Wealth Distribution, Poverty Alleviation.*

## تمہید

اسلام کا اقتصادی نظام اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد باوقار زندگی بسر کرے۔ اسلامی نظام میں بیت المال کا محکمہ قائم کیا جاتا ہے جس میں ہر شہری کو ماہانہ، ہفتہ وار یا روزانہ کچھ رقم اسلامی ریاست کے سربراہ کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام شہریوں میں مساوات قائم کی جاتی ہے۔ کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی مہاجر کو کسی انصاری پر اور کسی آقا کو کسی غلام پر کوئی برتری نہیں ہے۔ سب کے سب انسان زمین پر اللہ کا کنبہ ہیں۔ بیت المال میں جو مال جمع ہوتا ہے وہ سب لوگوں کا مال ہوتا ہے اور سب لوگ اس مال میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ یہ

تمام اہل وطن میں برابر طور پر تقسیم کیا جائے۔

اسلام کی کفالت کا یہ نظام نبی اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ میں شروع فرمایا تھا جس میں شہریوں کی معاشی کفالت کا زیادہ انحصار زکوٰۃ کے نظام پر تھا۔ آپ ﷺ کا قائم کردہ یہ نظام ایک لمبی مدت تک قائم رہا اور اسلامی ریاست محکمہ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کے کمزور شہریوں کی کفالت کرتی رہی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا ادارہ محتاج وفقراء لوگوں کی ضروریات پورا نہیں کر سکتا تو اس صورتحال میں یہ ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے کیونکہ ریاست پر معاشرے کے تحفظ کی عمومی ذمہ داری ہوتی ہے، اس لئے ریاست پر لازم ہوتا ہے کہ وہ رعایا کے محتاج، فقراء اور عاجز لوگوں کی کفالت کرے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب حنبلی کا صحیح قول یہ ہے کہ جب ضرورت مندوں کو زکوٰۃ کافی نہ ہو تو ان کو بیت المال میں سے دیا جائے گا اور دیگر مصارف پر ان کو مقدم رکھا جائے گا۔[1] اس ذمہ داری کو اجتماعی ضمان یا معاشرتی ضمانت وکفالت کہا جاتا ہے۔ ضمان کا مادہ ضمن ہے لغت میں اس کے معنی کسی شئ کی ضمانت اٹھانے کے ہیں۔[2] ضمان لغوی اعتبار سے جمع کے لفظ میں متفرق چیزوں کے جوڑنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کے معنی ہیں۔ اصطلاح میں اجتماعی ضمان یا معاشرتی ضمانت وکفالت سے مراد یہ ہے کہ ریاست پر لازم ہے کہ وہ کمانے سے عاجز افراد کی ضروریات پورا کرے اسی طرح وہ افراد جو کسی مشروع عذر کی بناء پر کام نہ کر سکتے ہوں ان کی بھی کفالت کرے۔[3] اجتماعی ضمان کی یہ تعریف اسلامی نظام کا دیگر نظاموں خصوصاً اشتراکی نظام کے مقابلہ میں امتیاز ظاہر کرتی ہے کیونکہ اسلامی نظام میں فرد کا یہ ریاست پر حق ہے۔ اپنے وصف کے اعتبار سے یہ ایک انسانی حق ہے جو اسلامی شریعت میں اصلاً بھی ثابت ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، یہ حق کسی مخصوص گروہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام اور ہمہ گیر ہے ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو عمومی پیداوار میں تھوڑا سا حصہ ڈالنے سے بھی عاجز ہیں۔ ریاست ان کی کفالت کرے گی۔

اگر کوئی فرد کام کرنے کی صلاحیت کے باوجود محض نکما پن کی وجہ سے کام نہیں کرتا حالانکہ کام کے مواقع اور پیداوار کے وسائل اس کو میسر ہیں تو ریاست اس کی کفالت کی ذمہ دار نہیں۔ اس لیے کہ اسلام اس طرح کے لوگوں کو غنی شمار کرتا ہے اور اجتماعی ضمان سے ان کو محروم رکھتا ہے کیونکہ ان کو اسباب ووسائل مہیا ہیں اور عمل کی قدرت بھی ہے۔ بلکہ بعض فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ اس طرح کے لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

لاتحل الصدقة لغني، ولالذي مرة سوي۔[4]

کسی غنی اور کسی صحت مند قوی شخص کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

اگر کسی صحت مند طاقتور آدمی کو کوئی مالی تعاون کیا جائے باوجودیکہ ریاست کی طرف سے کام کے مواقع اور اسباب مہیا ہیں تو حقیقت میں یہ بے کاری کی حوصلہ افزائی اور کمزوروں اور محتاجوں کی حق تلفی ہے۔

## رعایا کی کفالت

رعایا کی کفالت کا اصول اسلام کا اہم ترین اصول ہے۔ اسلام نے یہ اصول اس وقت مقرر کیا تھا جب انسانیت گمراہی، لاقانونیت اور جہالت کی تاریخ میں ڈوبی ہوئی اور طرح طرح کے معاشرتی مظالم میں گھری ہوئی تھی۔ یہ واضح ہے کہ انسان کی کچھ بنیادی ضروریات ہیں جن کی فراہمی انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اس بارے اصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنی خود کفالت کرے

اگر خود کمانے سے عاجز ہے تو اس کے قریبی مالدار رشتہ داروں پر اس کی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر وہ بھی اس پر قادر نہ ہوں تو پھر زکوٰۃ سے یہ ذمہ داری نبھائی جاتی ہے۔ اگر زکوٰۃ بھی کافی نہ ہو تو پھر اسلامی ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ اسلامی ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ اس کے سائے میں جو لوگ رہتے ہیں ان کی کفالت زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری دو صورتوں میں ہے:

- کام کی قدرت رکھنے والوں کے لئے مناسب روزگار کے مواقع مہیا کرنا۔
- کام کرنے سے عاجز لوگوں کے اخراجات برداشت کرنا۔

## روزگار کے مواقع فراہم کرنا

رعایا کے ہر فرد کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے بلکہ اس کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر کا نفاذ بندوں کے دینی اور دنیاوی مصالح کا تحفظ، اور ایک خوشحال اور پرامن معاشرہ کا قیام ہے۔ ریاست پر چونکہ عوام کے بارے عمومی ذمہ داری ہوتی ہے تو ریاست ہر قدرت رکھنے والے فرد کے لئے کسب و عمل کے مواقع فراہم کرے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كلكم راع ومسئول عن رعيته، فالامام راع وهومسئول عن رعيته۔[5]

ہر ایک تم میں سے نگران اور اپنی رعایا کی بابت جواب دہ ہے۔ سو امام بھی نگران اور اپنی رعایا کے بارے جوابدہ ہے۔

کمانے کی قدرت رکھنے والوں کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے سے بڑی کیا ذمہ داری ہے کیونکہ اس سے زمین میں اللہ کی نیابت کا حق ادا ہوتا ہے اور مختلف انداز میں زمین کی آبادکاری ہوتی ہے۔ یہ بات غیر معقول ہے کہ عوام کے ایسے ہجوم کے سامنے جو کام کرنے پر قادر ہیں اور کرنا بھی چاہتے ہیں لیکن ریاست ان کے سامنے ایک تماشائی بن کر بیٹھی رہے اور ریاست بے روزگاری کے انفرادی اور اجتماعی و معاشرتی نقصانات سے بے خوف رہے جو جرائم اور قانون سے انحراف کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور اس بے روزگاری کے سبب جو ریاست میں اقتصادی مسائل پیدا ہوتے ہیں مثلاً معاشی ترقی رک جائے۔ اسی طرح یہ بھی غیر معقول ہے کہ ریاست بے کار لوگوں کی مستقل مدد کرتی رہے حتیٰ کہ صدقات کے اموال میں سے بھی حالانکہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”صدقہ کسی غنی اور صحت مند طاقت ور آدمی کے لئے حلال نہیں“ جیسا کہ پہلے گزرا۔

جب یہ بات طے ہو گئی تو اب ریاست کے لئے سب سے درست اقدام یہ ہے کہ وہ بے روزگار لوگوں کے لئے روزگار اور کام کے مواقع فراہم کرے اور اپنے باشندوں کو روزگار دینے کے لئے مفید پیداواری منصوبے قائم کرے۔ ہمارے لئے آپ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ روایت ہے کہ انصار کا ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرے گھر کیا کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا ایک کمبل ہے اس کا کچھ حصہ ہم بچھاتے اور کچھ اوڑھ لیتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس لے آؤ تو آپ ﷺ نے وہ دونوں لے کر فرمایا! ان کو کون خریدے گا ؟ ایک نے کہا میں انہیں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک درہم سے زائد کون دیتا ہے؟ ایک اور آدمی نے کہا کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے دو درہم لیے اور انصاری کو دے دیئے اور فرمایا کہ ایک درہم سے گھر کا راشن لو اور دوسرے درہم سے

بسولہ لے کر میرے پاس لے آؤ وہ لایا تو آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے اس میں لکڑی کا دستہ ڈالا پھر اس سے کہا کہ چلے جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو میں تمہیں پندرہ دن یہاں نہ دیکھوں۔ وہ آدمی چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنے لگا۔ پھر وہ واپس آیا تو دس درہم اس کے پاس تھے تو کچھ کے کپڑے خریدے اور کچھ کا راشن خریدا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت والے دن سوال تیرے چہرے میں نکتہ بن کر آئے۔[6]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے معلم انسانیت اور پہلی اسلامی ریاست کے سربراہ رسول ﷺ نے سائل کو سوال کے وقت نہ جھڑکا اور نہ کوئی سخت بات کی اور نہ اس کے مسئلہ کا فوری اور وقتی حل دیا کہ اسے کچھ دے دیتے بلکہ اسے مناسب ذریعہ روزگار کی طرف رہنمائی کی جو اس کے حالات اس کے تجربہ اور طاقت کے مناسب تھا۔ جب سائل نے کسب حلال کی لذت اور عمل مباح کی حلاوت چکھ لی تو آپ ﷺ نے اسے لوگوں سے مادی مدد طلب کرنے اور بھیک مانگنے کی ممانعت بتائی اور وضاحت کی کہ سوال صرف خاص حالات میں جائز ہے جیسے ناقابل برداشت فقر کی حالت میں یا بھاری قرض یا تاوان کی صورت میں، یا پھر دیت کا بوجھ اتارنے کے لئے۔ ریاست پر صرف اتنا لازم نہیں کہ وہ روزگار کے مواقع فراہم کردے بلکہ اس سے آگے بھی ذمہ داری ہے کہ اگر لوگ تجارت وغیرہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کے پاس مال نہیں ہے تو ریاست انہیں بلا سود قرض حسنہ عطا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال میں سے لوگوں کو قرضہ دیا کرتے تھے جبکہ بیت المال کے ذرائع آمدن بہت زیادہ تھے۔ مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور بیت المال میں سے چار ہزار تجارت کی غرض سے قرضہ لیا اور اس کی ضمانت بھی اٹھالی۔ پھر وہ چار ہزار لے کر بنو کلب کے علاقہ میں چلی گئیں، وہاں خرید و فروخت کی پھر جب مدینہ واپس آئیں اور یہاں مال فروخت کیا تو خسارہ ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خسارہ کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ میرا مال ہوتا تو میں اسے آپ کے لئے چھوڑ دیتا لیکن یہ تو مسلمانوں کا مال ہے۔[7]

## عاجز لوگوں کے اخراجات پورے کرنا

رعایا کے ایسے افراد جو کمانے سے عاجز ہوں اسلامی ریاست ان کو مناسب روزگار دینے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کمانے سے عجز دو وجہ سے ہو سکتا ہے:

- کوئی جسمانی عذر ہو جس کی وجہ سے وہ کمانے سے عاجز ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بچپن ہو اور کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو جیسے یتیم، یا بعض اعضاء میں نقص ہو یا حواس میں نقص ہو یا کوئی ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے آدمی محنت نہ کر سکتا ہو یا اس طرح کا کوئی اور جسمانی عذر جس پر آدمی قابو نہ پا سکتا ہو۔
- کوئی ظاہری سبب ہو جیسے کسب حلال اور محنت و عمل کے مواقع ہی نہ ہوں حالانکہ اپنی طرف سے کسب کی تلاش میں پوری کوشش کی، ریاست نے بھی روزگار فراہم کرنے کی کوشش کی لیکن نہ مل سکے تو ایسے لوگ بھی حکماً معذور سمجھے جاتے ہیں اگرچہ ان کے پاس جسمانی طاقت اور قدرت ہے اس لئے کہ اکیلی جسمانی صحت کافی نہیں ہے جب تک محنت و عمل کا موقع ہی نہ ہو۔

مذکورہ عاجز اور محتاج لوگوں کی کفالت کا ریاست پر لازم ہونے کے دلائل قرآن، سنت اور خلفاء راشدین کا عمل ہے۔

## قرآن سے دلائل

ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ۔[8]

جو تمہارے غلام کتابت چاہتے ہیں ان سے عقد مکاتبت کرو اگر اس میں بہتری دیکھو اور انہیں اس مال میں سے دو جو تمہیں اللہ نے دیا۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بعض اسلاف سے خطاب کی وضاحت میں فرماتے ہیں آیت میں خطاب حکمرانوں کو ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مال میں سے مکاتبین کو ان کا حصہ دیں۔ اور اللہ کا مال زکوٰۃ اور مال فئی ہے۔[9] یہ معلوم ہے کہ فے اور زکوٰۃ اسلامی ریاست کے دو اہم ذرائع آمدن ہیں۔ جب دونوں میں سے مکاتبین پر خرچ کرنا جائز ہے تو دوسرے محتاج اور فقراء کو ان پر قیاس کیا جائے گا کیونکہ فقر وفاقہ اور تنگدستی میں سب شریک ہیں۔ لہٰذا ریاست مسلمانوں کے اموال کی نگران ہے اور ہر شرعی عاجز کا تحفظ اور اس پر خرچ کرنا بھی اسی کی ذمہ داری۔

## سنت سے دلائل

آپ ﷺ سے منقول فرمان گزرا کہ ہر ایک نگران اور اپنی رعایا کی بابت جواب دہ ہے۔ حدیث میں راعی کا لفظ ہے اس کا معنی ہوتا ہے نگہبان جو اپنی زیر نگہداشت چیز کی صلاح ودرستگی کا التزام کرتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس میں عدل سے کام لے اور اس کے مصالح کا خیال رکھے۔ لہٰذا رعایا کے افراد خصوصاً عاجز ومجبور افراد کے لئے مناسب روزگار کی فراہم کو یقینی بنانا بنیادی مقصد ہے بلکہ ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ان لوگوں کی زندگی درست نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ اسلامی ریاست کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایسا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہو تو آپ پوچھتے کہ اس نے اپنے قرض اتارنے کے لیے کوئی مال چھوڑا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ ہاں اتنا مال چھوڑا ہے جس سے پورا قرض اتر جائے گا تو آپ اس کا جنازہ پڑھاتے وگرنہ آپ فرماتے اپنے ساتھی کا تم جنازہ پڑھ لو۔ پھر جب اللہ نے آپ کو فتوحات عطا کیں تو آپ نے فرمایا:

انااولی بالمومنین من انفسهم فمن توفی وعلیه دین فعلی قضاءه ومن ترک مالا فهولورثته۔[10]

میرا مسلمانوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیدہ تعلق ہے پس جو فوت ہو جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کو ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور جو شخص مال چھوڑ جائے گا وہ اس کے ورثاء کے لئے ہے۔

مختلف روایات کی روشنی میں اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری مصالح کا خیال رکھتا ہوں تمہاری زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی میں دونوں حالوں میں ولی ہوں اگر تم میں سے کوئی قرض کے لئے مال نہیں چھوڑ کر مرا تو میں اس کا قرض اپنی طرف سے ادا کر دوں گا، اور اگر وہ مال چھوڑ کر گیا ہے تو وہ اس کے ورثاء کا ہے میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا اور اگر وہ حاجت مند اہل وعیال چھوڑ گیا ہے جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو وہ میرے پاس آئیں ان کا خرچہ میرے ذمہ ہے۔[11] جب ریاست کی طرف سے یہ انتظام موت کے بعد قرض اور اہل وعیال کے لئے ہے تو زندگی میں یہ انتظام بطریق اولی ہونا چاہیے۔ اسی لئے ریاست پر لازم ہے کہ وہ کمانے سے عاجز ہر فرد کی مکمل اور یقینی کفالت اس طرح کرے کہ وہ عاجز فرد معاشرے میں نظر انداز

اور ضائع ہونے سے بچ جائے۔

## خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے دیکھا کہ ایک بوڑھا، نابینا شخص وہاں بھیک مانگ رہا ہے تو حضرت عمرؓ نے اس کی پشت پر تھپکی دیتے ہوئے پوچھا آپ کون سے اہل کتاب میں سے ہیں؟ اس نے کہا یہودی ہوں۔ آپ نے اس سے کہا کہ آپ کو کس چیز نے اس حال پر مجبور کر دیا ہے؟ اس نے کہا بڑھاپے، ضرورت اور جزیہ کے لئے مانگ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں سے اسے کچھ دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور خازن سے کہا کہ اسے اور اس طرح کے لوگوں کو دیکھو۔ اللہ کی قسم ہم نے انصاف نہیں کیا اگر ہم ان کی جوانی کی آمدنی سے کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے یار و مدد گار چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس سے اور اس طرح کے لوگوں سے جزیہ ختم کر دیا۔[12] اسلامی ریاست کا اہل ذمہ کے ساتھ جب یہ معاملہ ہے تو مسلمانوں کے ساتھ تو بطریق اولی ہونا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا" اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں اہل عراق کی بیواؤں کو اس حال میں چھوڑوں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہیں ہوں گی۔[13] اس موضوع پر خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بہت مشہور ہے۔ آپ نے نہ صرف کمانے سے عاجز لوگوں کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا بلکہ آپ ہر شخص کا ولادت کے دن ہی سے سو درہم وظیفہ مقرر کرتے پھر جب وہ پرورش پانے لگتا تو دو سو درہم کر دیتے پھر جب بالغ ہو جاتا تو اور زیادہ کر دیتے۔[14]

خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے منقول ہے کہ ان کے گھر ایک خاتون آیا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ نہ آئیں تو آپ نے گھر والوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ زوجہ محترمہ نے بتایا کہ اس کے ہاں رات لڑکا پیدا ہوا ہے تو آپ نے اس کے پاس پچاس درہم اور کپڑا بھیجا اور کہا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ اور لباس ہے۔ جب وہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اسے سو درہم کر دیں گے۔[15] خلیفہ راشد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ کے پاس ایک گرا پڑا بچہ لایا گیا تو آپ نے اس کے لئے سو درہم مقرر کر دیئے۔[16]

خلفاء راشدین کے مذکورہ طرزِ عمل سے پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ریاست پر اپنے افراد کا معاشی تحفظ اور اجتماعی ضمان بروئے کار لانا لازم ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کو مسلمانوں کے مال جو اللہ نے انہیں امانت کے طور پر دیا تھا کے تحفظ کی کتنی فکر دامن گیر تھی اور وہ اس کے لئے کسی قدر کوشاں رہتے، نیز پھر اس مال کو شرعی مصارف میں خرچ اور مستحقین میں اس کی تقسیم میں کس قدر عدل سے کام لیتے تھے۔

خلفاء راشدین کے بعد بھی مسلم حکمرانوں کا عمل اس پر جاری رہا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- ولید بن عبد الملک نے مرض جذام کے مریضوں کو وظیفہ دیا اور کہا لوگوں سے مت مانگتے پھرو، اسی طرح اس نے ہر معذور کو ایک خادم دیا، اور ہر نابینا کو ایک آدمی دیا جو اسے لے کر چلے، فقہاء، ضعفاء، فقراء کے اتنا وظیفے مقرر کیے جو انہیں کافی ہوں اور لوگوں سے مانگنے پر پابندی لگا دی۔
- عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں تو اسلامی ریاست عزت کے عروج کو پہنچ گئی، اس کے ذرائع آمدن بہت بڑھ گئے اس کا خزانہ

بہہ پڑا۔ آپ نے عراق کے اپنے گورنر کو لکھا کہ لوگوں کو ان کے عطیات دے دیں، اس نے جواب میں لکھا کہ میں نے لوگوں کو ان کے عطیات دے دیئے ہیں پھر بھی بیت المال میں مال موجود ہے، آپ نے پھر حکم بھیجا کہ دیکھو کہ جو لوگ اسراف اور بے وقوفی کے بغیر مقروض ہوگئے ہوں ان کے قرض ادا کردو، اس نے پھر لکھ بھیجا کہ ایسے لوگوں کے قرض بھی ادا کردیئے ہیں پھر بھی بیت المال میں مال موجود ہے، آپ نے پھر اسے حکم بھیجا کہ دیکھو جو افراد بے نکاح ہوں اور وہ شادی کرنا چاہتے ہوں تو ان کی شادیاں کروادو اور ان کی طرف سے ان کے حق مہر ادا کردو، تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ جو لوگ مجھے ایسے ملے ان کی شادیاں بھی کروادیں اور بیت المال میں مال موجود ہے، پھر آپ نے اس کو لکھا کہ دیکھو جن لوگوں پر جزیہ ہے اور وہ زمین کاشت نہ کرسکتے ہوں تو آپ انہیں قرضے دے دو تاکہ وہ فصل کاشت کرسکیں ہم دو سال تک ان سے قرضے نہیں لیں گے۔[17]

عمر بن عبد العزیزؒ کے اس واقعہ میں جو غور کرے گا اسے نظر آئے گا کہ ان کے دور میں اسلامی ریاست اپنے افراد کی کفالت کے بارے میں کس درجہ ترقی کرچکی تھی، اور ریاست کس قدر خوشحال اور مالدار تھی کہ مسلمانوں کی ضروریات سے بھی مال زیادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ زمینوں کو قرض دینا شروع کردیا گیا اور یہ محض اسلام کی ذمیوں پر مہربانی اور ان کی خبر گیری کرنے کا نتیجہ تھا۔ یہ سب کچھ اسلامی ریاست پر محض اللہ کا فضل تھا کیونکہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی احکام کو نافذ کررہے تھے، اور حکمران عدل وانصاف کے سراپا تھے۔

کتاب وسنت اور خلفاء راشدین کے طرزِ عمل سے فقہاء نے یہ قرار دیا ہے کہ بیت المال میں فقراء، محتاج وغیرہ لوگوں کا حق ہے۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں جیسا کہ گزرچکا کہ جب زکوۃ سے محتاجوں کی ضرورت پوری نہ ہو تو بیت المال میں سے ان کو دیا جائے گا اور دیگر مصارف بیت المال سے ان کو مقدم رکھا جائے گا اور یہ مذہب حنبلی کا صحیح قول ہے۔[18] اس طرح مذکورہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ریاست اللہ کے سامنے جوابدہ ہے، اگر وہ اپنی رعایا کے بارے کوتاہی یا سستی کرے یا ان کی ضروریات سے چھپ بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا، جیسا کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کوئی اختیار دے اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے چھپ بیٹھے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت، ضرورت اور فقر سے چھپ جائیں گے۔[19] اس حدیث میں ان مسلم حکمرانوں کے لئے شدید وعید ہے جو اپنی رعایا سے چھپ بیٹھیں، ان کی طرف کوئی توجہ نہ کریں، ان کو بے یارومددگار چھوڑدیں کہ وہ بھوک، افلاس، امراض اور جہالت میں پستے رہیں۔

## ریاست کی طرف سے غیر مسلم رعایا کی کفالت

درج ذیل آیت میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات اور معاملات کے لئے بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ۔[20]

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا ان سے نیکی اور انصاف کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔

ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ تمام لوگوں سے خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں حسن سلوک اور عدل معاملہ کرے جب تک وہ

اس کے دین یا دعوت دین میں رکاوٹ نہ بنیں۔جب یہ حکم مسلمان فرد کو ہے تو مسلمان ریاست کے لئے تو بطریق اولی ہو گا کیونکہ وہ مسلمانوں کی نائب اور نمائندہ ہوتی ہے۔لہٰذا اسلامی ریاست کی طرف سے صرف مسلمان رعایا کی کفالت نہیں ہو گی بلکہ ان غیر مسلموں کو بھی شامل ہو گی جو اس ریاست کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہوں۔یہ کفالت میثاق مدینہ سے شروع ہوئی تھی۔اس معاہدہ میں یہ شق موجود ہے کہ مسلمان ہر مقروض کی دستور کے مطابق مالی مدد کریں گے تا کہ وہ فدیہ یا دیت ادا کر سکے۔[21]

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دمشق سے جب جابیہ کے علاقہ میں آئے تو کچھ ایسے نصرانی لوگوں کے پاس سے گزرے جو مرض جذام میں مبتلا تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو صدقات میں سے دیا جائے اور ان کے لئے وظیفے جاری کئے جائیں۔[22]اس طرح خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ نے بصرہ پر اپنے عامل کو لکھا کہ آپ اپنے علاقہ میں دیکھو جو ذمی بڑی عمر کے ہو گئے ہوں ان کی طاقت کم ہو گئی ہو اور وہ کمانے کے قابل نہ ہوں تو بیت المال میں سے اتنا وظیفہ جاری کیا جائے جو ان کی ضرورت پوری کر سکے۔[23]

## ریاست کی اپنے شہریوں کی کفالت کی ذمہ داری کی حدود

سابقہ مباحث میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق ریاست پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلم اور غیر مسلم خصوصاً ضرورت مند رعایا کے افراد کی بنیادی ضروریات پورا کرے۔اسلام اس بات کی بھرپور کوشش کرتا ہے کہ اس کے افراد ایک پر امن اور خوشگوار زندگی گزاریں تا کہ وہ زندگی کا مقصد پورا کر سکیں۔یعنی ایک اللہ کی عبات کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔امام غزالی وجوب امامت پر استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اللہ کی معرفت اور عبادت اسی وقت ممکن ہے جب بدن صحت مند ہو اور زندگی کی بنیادی ضروریات لباس، خوراک، رہائش اور امن موجود ہوں، جب یہ بنیادی ضروریات میسر ہوں گی تو آدمی دینی نظام پر عمل پیرا ہو سکتا ہے وگرنہ اگر آدمی سارا وقت ہی ظالموں سے اپنی جان بچانے اور جاگیر داروں سے اپنی روزی حاصل کرنے میں صرف کرے تو وہ طلب علم اور عمل کے لئے کب فارغ ہو گا حالانکہ انسان کی اخروی فلاح کے لئے علم اور عمل ہی وسیلہ ہیں۔مطلب نظام دین پر عمل کے لئے بقدر حاجت ضروریات کا مہیا ہونا ضروری ہے۔[24]

## کفالت سے کیا مراد ہے؟

کفالت سے مراد ذمہ داری اٹھانا ہے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من كان غلاما فليكتسب زوجة فان لم يكن له خادم فليكتسب خادما فان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكنا۔[25]

جو ہمارا عامل ہو اگر اس کی بیوی نہ ہو تو وہ بیوی، اگر اس کا خادم نہ ہو تو خادم اور اگر اس کا مسکن نہ ہو تو گھر حاصل کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاست کے ملازم کے لئے نکاح خادم اور رہائش کا حق ہے اگر اس کی بیوی نہ ہو تو اس کی شادی کے اخراجات دیئے جائیں گے، اگر اس کا خادم نہ ہو تو اجرت پر اسے ایک ملازم فراہم کیا جائے گا جو اس کے کام سر انجام دے اگر اس کا گھر نہ ہو تو مدت ملازمت تک اسے کرائے پر مکان لے کر دیا جائے گا۔یہ سہولیات اس کی مقررہ تنخواہ کے علاوہ ہیں۔باقی وہ لوگ جو ریاست کے ملازم نہیں ہیں تو اگر وہ صحت مند اور محنت پر قادر ہیں تو اصل یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے خود محنت کریں اور ریاست

ان کے لئے مناسب روزگار کے لئے حالات سازگار بنائے گی۔ جو لوگ محنت پر قادر نہیں محتاج ہیں اور ان کی کفالت کرنے والا بھی کوئی نہیں تو عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عمال کو لکھا مقروضوں کے قرضے اتار دو تو ان کی طرف جواب میں لکھا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کے پاس گھر بھی ہے خادم بھی ہے گھوڑا بھی ہے اور گھر کا سامان بھی ہے تو عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ ایک مسلمان آدمی کے لئے رہنے کے لئے گھر، کام کے لئے خادم، دشمن سے جہاد کے لئے گھوڑا اور گھر کا سامان ضروری ہے۔ پھر بھی ان کا قرض ادا کرو کیونکہ وہ غارم ہے۔[26]

عمر بن عبد العزیزؒ نے بطور سربراہ ریاست یہ بات ثابت کی کہ مقروضوں کے قرض اتارنا، نکاح کے خواہشمند لوگوں کے نکاح کرانا، مسکینوں اور یتیموں پر خرچ کرنا ریاست پر لازم ہے لیکن یہ جب ریاست کے ذرائع آمدن بہت اور سرکاری خزانہ میں وافر مال موجود ہو۔ اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ عمر بن عبد العزیز ڈھائی سال یعنی تیس ماہ خلیفہ رہے لیکن آپ کے مرنے سے پہلے یہ حالات تھے کہ ایک آدمی بہت سامال لے کر حاضر ہوتا آپ حکم دیتے کہ آپ جہاں مناسب سمجھیں فقراء پر خرچ کر دیں، لوگ اپنا مال واپس لے کر لوٹتے کیونکہ عمر بن عبد العزیز نے لوگوں کو غنی کر دیا تھا۔[27] آپ نے اپنی حکیمانہ سیاست، تقوی اور شریعت کے نفاذ کی بدولت غربت کا خاتمہ کر دیا، محتاجوں کو غنی کر دیا، اور رعایا کے افراد کا معاشی معیار بلند کر دیا۔ اسی طرح آپ نے فقیر کو زکوٰۃ کا مال دینے کے بارے فقہاء کی راجح رائے اختیار کی کیونکہ فقہاء فرماتے ہیں معتبر یہ ہے کہ طعام، لباس، رہائش، اور دیگر بنیادی ضروریات ہر شخص کے مناسب حال بغیر اسراف اور تنگی کے اسے اور اس کے زیر کفالت لوگوں کے لئے دی جائیں۔[28] یہ مقدار اگرچہ زکوٰۃ کے بارے وارد ہے لیکن زکوۃ کے علاوہ بھی یہی مقدار متعین ہے کیونکہ مقصود دونوں حالتوں کا ایک ہی ہے وہ ہے بھیک مانگنے سے بچانا اور خوشگوار گزر اوقات کا فراہم کرنا۔

دورِ حاضر میں بنیادی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ آدمی خود اور اس کی اولاد دینی اور عصری تعلیم حاصل کرلے تاکہ وہ جہالت کی تاریکیوں سے نکلے، خوشگوار زندگی کے راستے آسان ہوں اور وہ اپنی دینی اور دنیاوی ذمہ داریاں ادا کر سکے۔ بعض فقہاء نے مسلمان کی حاجات اصلیہ کے بیان میں فرمایا ہے کہ جہالت کا اس سے دور کرنا، کیونکہ یہ ادبی موت اور معنوی ہلاکت ہے۔ اس امر کو سامنے رکھتے ہوئے کفالت کا مفہوم یوں متعین کیا جاسکتا ہے کہ ریاست میں رہنے والے تمام افراد خواہ وہ کام کر سکتے ہوں یا محتاج ہوں ریاست پر لازم ہے کہ ان کے لئے معیشت کی ایک مناسب سطح فراہم کرے جس میں ہر فرد کو خوراک، لباس، رہائش، سواری صحت اور تعلیم میسر ہو۔ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زمان اور مکان کے بدلنے، افراد کے بدلنے یا ریاست کے مالدار یا غریب ہونے سے یہ سہولیات بھی مختلف ہو جائیں گی کیونکہ کوئی چیز کبھی بنیادی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ اگر ریاست ضرورت مندوں پر غنی ہونے کے باوجود خرچ نہ کرے تو عدالت اس پر لازم کر سکتی ہے۔[29]

## اجتماعی ضمان یا کفالت کے مقاصد

سابقہ مباحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اجتماعی ضمان اور معاشرتی تحفظ کے دو بنیادی مقاصد ہیں: پہلا مقصد ان اسباب سے بچاؤ کرنا ہے جو فقر و فاقہ کا باعث بنتے ہیں اور یہ درج ذیل طریقوں سے ممکن ہے:

- قادر العمل شخص کے لئے کام کے مواقع مہیا کرنا تاکہ وہ خود کفیل ہو سکے اور دوسروں کی مدد کا محتاج نہ رہے۔

- بے ہنر لوگوں کو فنی تعلیم اور ہنر کے مطابق کام کے مواقع فراہم کرنا تاکہ وہ اپنی روزی خود حاصل کر سکیں۔
- تمام افراد کو جہالت، فقر اور امراض سے تمام تر ممکن وسائل کے ذریعہ بچانا۔

دوسرا مقصد ایسے افراد جن پر غربت و افلاس ناگہانی طور آپڑی ہو ان کی درج ذیل طریقوں سے مدد کرنا ہے:

- ایسے افراد یا خاندان جن کی کفالت کرنے والا مر جائے یا معذور ہو جائے تو ان کی مالی مدد کرنا۔ یہ مالی مدد افراد اور خاندان کے مختلف ہونے سے مختلف ہو سکتی ہے۔
- بلا معاوضہ تعلیم اور صحت فراہم کرنا یعنی تعلیم کے لئے مختلف مراحل کے مدارس قائم کرنا، اور مفت علاج کے لئے مختلف علاقوں میں مراکز صحت قائم کرنا۔

### اجتماعی کفالت میں ریاستی کوتاہی کا سدباب

ریاست اگر محتاج و عاجز افراد کی کفالت سے عاجز ہو جائے، کوتاہی کرے، ان کے حالات معلوم ہی نہ کرے یا کسی بھی اور وجہ سے یہ ذمہ داری نہ نبھائے تو یہ پھر اسلامی معاشرہ پر منتقل ہو جاتی ہے اس لئے کہ معاشرہ کے صاحب استطاعت لوگوں پر محتاج و عاجز افراد کی کفالت کرنا اور ریاست والی ذمہ داری ادا کرنا لازم اور فرض کفایہ ہے۔ مسلمانوں کے مابین ایک معنوی ربط و تعلق ہے کہ وہ ایک ہی خدا پر ایمان رکھتے اور مقصد حیات کے بارے ایک ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اخوت، ایثار، محبت، اتحاد، ہمدردی اور باہمی تعاون کی روح پھونکنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرامین پر عمل ہو سکے:

- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔[30]
  تمام مومنین بھائی ہیں۔
- وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔[31]
  اور سخت ضرورت کے باوجود دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہیں۔
- وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[32]
  نیکی اور تقویٰ کے کام پر تعاون کرو۔ گناہ اور زیادتی کے کاموں پر تعاون نہ کرو۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں مدد کرتا ہے تو اللہ اس کی ضرورت میں مدد کرتے ہیں۔ جو شخص مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کی ایک تکلیف دور کر دیں گے۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت والے دن پردہ پوشی فرمائیں گے"۔[33] اسی طرح ایک اور حدیث میں کمال ایمان کی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند کی جائے جو اپنے لیے پسند ہو۔[34]

ان نصوص میں اسلام کے مقرر کردہ اخوۃ، تعاون اور ہمدردی جیسے حقوق کا اعلان ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جو مسلمان اپنے خالق کی اطاعت و قربت کے لئے ادا کرتا ہے تاکہ رب کی رضا اسے حاصل ہو، یہ ایسے بامقصد معاشرتی تعلقات ہیں جن سے معاشرہ باہم مربوط ہوتا ہے، اس کی بنیادیں قوی ہوتی ہیں اور نتیجتاً بے بس، محتاج اور فقراء افراد کا تحفظ ہوتا ہے۔ معاشرہ کے افراد کے مابین

اتحاد، تعاون اور ہمدردی ہی وہ ذریعہ ہے جسے شریعت نے اس لئے مشروع کیا کہ امت کے ہر فرد کی مجبوری اور ضرورت کا ادراک اور تدارک ہو سکے کیونکہ بعض اوقات ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی غربت اور ضرورت کا علم ریاست کے ذمہ داروں کو نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر اسلامی معاشرہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اجتماعی کفالت کا مستحق ہے لیکن اس کا حق ادا نہ ہو یعنی کوئی بھی ایسا مسلمان جو اس کے حالات سے باخبر ہو قدرت کے باوجود اس کا تعاون نہ کرے تو وہ تمام مسلمان جو ان کے حالات سے باخبر ہوں گناہ گار ہوں گے اس لئے کہ ایسے افراد کی کفالت کرنا اور انہیں فقر وفاقہ سے بچانا تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر بعض مسلمان یہ ذمہ داری ادا کر دیں گے تو تمام مسلمانوں کی طرف سے ادا ہو جائے گی کیونکہ مقصد پورا ہو گیا۔ اگر سب کے سب اس انسانی حق کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی کریں گے تو سب گناہگار ہوں گے۔[35] ارشاد ربانی ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔[36]

رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو اور بے جا مال نہ اڑاؤ۔

اسی طرح نبی ﷺ کی ایک روایت کا مفہوم ہے کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو، اور جس کے پاس اضافی زادراہ ہو تو وہ اسے دے جس کے پاس زادراہ نہیں ہے، راوی کہتے ہیں آپ نے ہر طرح کے مال کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم سمجھ گئے کہ ہم میں سے کسی کو ضرورت سے زائد مال میں کوئی حق نہیں۔[37]

مذکورہ نصوص کی بنا پر ابن حزم فرماتے ہیں ہر شہر کے اغنیاء پر لازم ہے کہ وہ اپنے فقراء کی خبر گیری کریں۔ حاکم انہیں اس پر مجبور کرے گا اگر زکوٰۃ ان کو کافی نہ ہو۔ لہٰذا ان کے لئے ضروری خوراک گرمی سردی سے بچاؤ کے لئے لباس اور رہائش جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ اور گزرنے والوں کی نظروں سے محفوظ رکھے کا انتظام کیا جائے گا۔[38] ابن حزمؒ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی رائے یہ ہے حالت اضطرار میں کسی مسلمان یا ذمی کا ضرورت سے زائد مال اس کے پاس ہو تو اس کے لئے مردار یا خنزیر کا گوشت کھانا حلال نہیں کیونکہ صاحب طعام پر فرض ہے کہ وہ بھوکے کو کھانا کھلائے۔ جب حکم یہ ہے تو وہ مردار یا خنزیر کے گوشت کھانے پر مجبور نہیں ہے۔ اس کو اس پر قتال کا بھی حق حاصل ہے۔ اگر وہ قتل ہو گیا تو قاتل پر قصاص ہے کیونکہ اس نے حق کو روکا ہے اور وہ طائفہ باغیہ ہے۔ حق کو روکنے والا اپنے حقدار بھائی پر زیادتی کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا۔[39]

مذکورہ تمام مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو ایک دوسرے کے تعاون پشت پناہی اور اتحاد پر آمادہ کرتی ہے تاکہ یہ ایک ایسی اکائی کی صورت میں نمودار ہوں کہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر، باہم مدد کرتے ہوئے، ایک دوسرے کا سہارا بن کر رہیں، ان کے دلوں میں نفع عام اور خیر کا بیج بویا ہوا ہو، ظلم وجور کو ختم کرنے کا جذبہ ہو، معذور محتاج افراد کی خدمت اور ان کے تحفظ کا ولولہ ہو تاکہ ان کے درمیان کوئی محتاج اور مفلس باقی نہ رہے۔ جس امت کے افراد کا یہ حال ہو گا بلاشبہ وہ ایک مضبوط امت ہو گی، کیونکہ شریعت کا سب سے پہلا مقصد صالح افراد اور صالح جماعت کا تیار کرنا ہے تاکہ دنیا میں ایک مثالی ریاست وجود میں آئے۔[40] ظاہر ہے اس طرح کا نظام اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جب افراد میں باہمی تعاون اور معاشرتی انصاف عام ہو جو اسلام کے اقتصادی نظام کی ایک امتیازی خصوصیت اور اہم بنیادی عنصر شمار ہوتا ہے۔

## حاصل بحث

مذکورہ بحث کی روشنی میں کفالت کا مفہوم یوں متعین کیا جاسکتا ہے کہ ریاست میں رہنے والے تمام افراد خواہ وہ کام کر سکتے ہوں یا محتاج ہوں ریاست پر لازم ہے کہ ان کے لئے معیشت کی ایک مناسب سطح فراہم کرے جس میں ہر فرد کو خوراک، لباس، رہائش، سواری صحت اور تعلیم میسر ہو۔ اسلامی شریعت کے مطابق ریاست پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلم اور غیر مسلم خصوصاً ضرورت مند رعایا کے افراد کی بنیادی ضروریات پورا کرے۔ اسلام اس بات کی بھرپور کوشش کرتا ہے کہ اس کے افراد ایک پر امن اور خوشگوار زندگی گزاریں تا کہ وہ زندگی کا مقصد پورا کر سکیں۔ لہٰذا اگر اسلامی معاشرہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اجتماعی کفالت کا مستحق ہے لیکن اس کا حق ادا نہ ہو یعنی کوئی بھی ایسا مسلمان جو اس کے حالات سے باخبر ہو قدرت کے باوجود اس کا تعاون نہ کرے تو وہ تمام مسلمان جو ان کے حالات سے باخبر ہوں گناہ گار ہوں گے۔ اس لئے کہ ایسے افراد کی کفالت کرنا اور انہیں فقر و فاقہ سے بچانا تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر بعض مسلمان یہ ذمہ داری ادا کر دیں گے تو تمام مسلمانوں کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ ریاست اگر محتاج و عاجز افراد کی کفالت سے عاجز ہو جائے یا کوتاہی کرے، یا ان کے حالات معلوم ہی نہ کرے یا کسی بھی اور وجہ سے یہ ذمہ داری نہ نبھائے تو یہ ذمہ داری پھر اسلامی معاشرہ پر منتقل ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کے مابین ایک معنوی ربط و تعلق ہے کہ وہ ایک ہی خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مقصد حیات کے بارے بھی ایک ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اخوت، ایثار، محبت، اتحاد، ہمدردی اور باہمی تعاون کی روح پھونکنا ضروری ہے۔

---

## حوالہ جات و حواشی

1 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، **السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی والرعیة**، (دمشق: دار البیان، 1985ء)، ص 59۔

2 الجوہری، اسماعیل بن حماد، **الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیة**، تحقیق: احمد عبد الغفور عطار، (بیروت: دار العلم للملایین، 1984ء)، 6/2155۔

3 الفضلی، عبد الہادی، **مشکلة الفقر**، (بیروت: دار الزہراء، 1977ء)، ص 43۔

4 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن**، (بیروت: المکتبة العصریة، سن ندارد)، کتاب الزکاة، باب من یعطی من الصدقة وحد الغنی، رقم الحدیث: 1634۔

5 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (مصر: دار طوق النجاة، 1422ھ)، کتاب النکاح، باب قوا انفسکم واھلیکم نارا، رقم الحدیث: 5188۔

6 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الزکاة، باب ماتجوز فیه المسئلة، رقم الحدیث: 1641۔

7 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **تاریخ الامم والملوک**، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، (بیروت: دار سویدان، 1387ھ)، 4/221۔

8 سورۃ النور 24:33۔

9 القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، **الجامع لاحکام القران**، (قاہرۃ: دار الکتاب العربی، سن ندارد)، 12/252۔

10 مسلم، ابن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1401ھ)، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثته، رقم الحدیث: 1619۔

11 النووی، یحیٰی بن شرف، **شرح صحیح مسلم**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، سن ندارد)، 11/61۔

12 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، تحقیق: محمد ابراہیم البنا، (بیروت: دار الاصلاح 1979ء)، ص 259۔

13 ابن الجوزی، جمال الدین عبد الرحمن بن علی، **تاریخ عمر بن الخطاب**، (بیروت: دار الرائد العربی، 1983ء)، ص108۔

14 ابو یوسف، **کتاب الخراج**، ص107۔

15 ابوعبید، القاسم بن سلام، **کتاب الاموال**، تحقیق: محمد خلیل ہراس، (قاہرۃ: مکتبۃ الکلیات الازھریۃ، سن ندارد)، ص322۔

16 ایضاً۔

17 ایضاً۔

18 ابن تیمیۃ، **السیاسۃ الشرعیۃ**، ص59۔

19 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الخراج والامارۃ والفئ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ، رقم الحدیث: 2948۔

20 سورۃ الممتحنۃ 60:8۔

21 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، (ریاض: اداراۃ البحوث العلمیۃ، سن ندارد)، 3/120۔

22 البلاذری، احمد بن یحیٰ، **فتوح البلدان**، (بیروت: مکتبۃ الجلال، 1983ء)، ص131۔

23 ابوعبید، **کتاب الاموال**، ص48۔

24 الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، **الاقتصاد فی الاعتقاد**، (مصر: مطبعۃ محمد علی صبیح، 1390ھ)، ص119۔

25 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الخراج والامارۃ، باب فی ارزاق الاعمال، رقم الحدیث: 2945۔

26 ابوعبید، **کتاب الاموال**، ص495۔

27 ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، **سیرۃ عمر بن عبدالعزیز**، (بیروت: دار الرائد العربی، 1983ء)، ص94۔

28 النووی، یحی بن شرف، **روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین**، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1985ء)، 2/311۔

29 ابو زھرۃ، الشیخ محمد، **فی المجتمع الاسلامی**، (قاہرۃ: دار الفکر العربی، (سن ندارد)، ص83۔

30 سورۃ الحجرات 49:10۔

31 سورۃ الحشر 59:9۔

32 سورۃ المائدۃ 5:2۔

33 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الادب، باب المؤاخاۃ، رقم الحدیث: 4893۔

34 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، رقم الحدیث: 13۔

35 الموصلی، عبد اللہ بن محمود، **الاختیار لتعلیل المختار**، (ترکیا: نشر المکتبۃ الاسلامیۃ، 1951ء)، 4/175۔

36 سورۃ بنی اسرائیل 17:26۔

37 مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب اللقطۃ، باب استھاب المواساۃ بفضول المال، رقم الحدیث: 1728۔

38 ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، **المحلی بالآثار**، تحقیق: احمد محمد شاکر، (بیروت: المکتب التجاری، 1398ھ)، 6/156۔

39 ایضاً۔

40 عبد القادر عودۃ، **التشریع الجنائی الاسلامی مقارنا بالقانون الوضعی**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2013ء)، 1/22۔